انہوں نے جواب دیا: ناف سے اوپر۔اسی طرح ابومجلز لاحق بن حمیدؒ نے بھی کہا۔ [السنن الکبری للبیهقي ٢٣٤٠]

خلاصہ بحث: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو نماز میں ہاتھ باندھ کر قیام کرنے کا حکم فرمایا۔

کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات سے اس حدیث شریف کی تائید ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے امت کو دایاں ہاتھ بائیں ذراع پر رکھنے کا حکم فرمایا اور خود بھی یہی اسوہ حسنہ پیش فرمایا۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور امام شعبیؒ نے ﴿وَانْحَرْ﴾ کا مفہوم ''ہاتھوں کو سینے پر باندھنا'' بیان کیا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں دائیں ہاتھ کو بائیں ذِرَاع پر رکھنے کا حکم ہے، اور حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ، گٹے اور کلائی پر رکھنا ثابت ہے۔ ان دونوں احادیث کا مفہوم سینے پر باندھنا ہے۔ حضرت ھلب طائی رضی اللہ عنہ کی حدیث اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی متعدد روایات میں ہاتھوں کو سینے پر باندھنے کی صراحت آئی ہے۔ امام طاؤسؒ بن کیسان تابعی کے نزدیک ان احادیث کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا ہاتھوں کو سینے پر باندھنا پایہ ثبوت کو پہنچا ہے۔

ہاتھوں کو زیر ناف باندھنے سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نبوی مروی ہے، لیکن ان کی سند ضعیف جدًا ہے۔ البتہ امام ابراہیم بن یزید نخعیؒ کا قول زیر ناف باندھنا ہے۔

ہاتھوں کو ''ناف سے اوپر، سینے سے نیچے یا پیٹ پر'' باندھنے سے متعلق کوئی بھی حدیث نبوی نہیں ملی۔

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل ایک ضعیف روایت میں آیا ہے؛ دوسری ضعیف حدیث میں زیر ناف بھی آیا ہے۔ جبکہ آپ رضی اللہ عنہ سے ﴿وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر میں ''ہاتھوں کو سینے پر باندھنا'' آیا ہے، یہی روایت مذکورہ بالا احادیث نبویہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ وانس رضی اللہ عنہ اور امام شعبیؒ کی تائید کی وجہ سے راجح ہے۔

ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے میں امام سعید بن جبیرؒ اور ابومجلز لاحق بن حمیدؒ تابعین کے اقوال ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، حسنؒ، ابوجعفرؒ سمیت اکثر مفسرینؒ نے کہا ﴿انْحَرْ﴾: ''قربانی کر''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سینے پر ہاتھ باندھنا اور بعض سے رفع یدین بھی مروی ہے۔ [تفسیر الطبريؒ، ابن کثیرؒ] ابن تیمیہؒ: سلفؒ سے اگر کئی معانی ثابت ہوں تو لفظ مشترک کے کئی معانی بھی مراد ہو سکتے ہیں، اگر وہ آیت دوبار نازل ہوئی ہو۔ [مقدمة في أصول التفسير ص:١٧] سورۃ الکوثر مکی ہے اور ''مدینہ میں بھی نازل ہوئی ہے۔'' [مسلم ٥٣(٤٠٠) عن أنس رضی اللہ عنہ]

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

مولانا عبدالمتین سودے رحمة الله عليه

1935ء-1996ء

عبدالرحیم روزی

مولانا عبدالمتین بن سودے بن غلام بن حسن از قبیلہ ملا غلام کا تعلق غواڑی کے محلّہ شہوباسے ہے۔

آپ کا چچا محمد برادر اکبر مولانا عبدالرحمٰن کا نانا ہے، اور خود مولانا عبدالمتین ان کا خالو ہے۔

مولانا عبدالمتین 1935ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مولانا محمد ابراہیم انصاریؒ فاضل دہلی کے علاوہ مولانا احمد سعیدؒ، مولانا محمد یونسؒ، مولانا عبدالرحیمؒ فضلائے دہلی سے دارالعلوم غواڑی میں حاصل کی۔

1957-59ء میں پنجاب گئے، اس وقت آپ کی عمر 22-20 برس تھی۔ ابتداء ایک ہوٹل میں کام کیا، پھر آپ کا دل تعلیم کی طرف ہوگیا اور دارالحدیث جلال پور پیروالا میں شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری کے پاس 9 سال تعلیم حاصل کر کے ۱۳۸۸ھ/1968ء میں تکمیل کی۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ اور مولانا اللہ یار وغیرہ ہیں۔ جبکہ زملاء میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن چیمہ، مولانا عبدالمنعم فاروقی، مولانا انس مدنی وغیرہ ہیں۔ مولانا عبدالمنعم فاروقی کے ساتھ گھریلو تعلق تھا۔ قدیر آباد ملتان کے پرانے لوگ راقم سے آپ کے متعلق پوچھتے تھے، اور آپ کے ساتھ اچھی عقیدت رکھتے تھے۔

مولانا عبدالمتین 1968ء موافق ۱۳۸۸ھ میں بلتستان واپس تشریف لائے اور کسب معاش کے لیے آرہ کشی، کھیتی باڑی و دیگر دستکاری کے کام کرنے لگے، پڑھانے کا موقع میسر نہ آسکا، جس کی وجہ سے آپ کا علم پھل پھول نہ سکا۔ یہی بلتستان کا ایک عمومی المیہ ہے۔ اگر لقمان بھی معاشی بحران کا شکار ہوتا تو وہ لقمان حکیمؒ نہ بنتے۔ ارشاد نبوی ہے:

''نِعمَ المالُ الصالحُ للرجلِ الصالحِ.'' [أحمد ۱۷۷۶۳، ابن حبان ۳۲۱۰]

شیخ الحدیث مولانا محمد رفیقؒ کو آپ سے اور آپ کو ان سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ مولانا عبدالمتینؒ نے بالترتیب اپنے بیٹوں کا نام ''محمد'' اور ''رفیق'' رکھا۔

آپ کی خدمات: غواڑی میں آپ کی انسانی، دینی خدمات درج ذیل ہیں:

۱۔ مسجد شہوبا میں نماز پنجگانہ کے امام تھے اور حسب ضرورت وموقع دروس دیتے اور اصلاح احوال کرتے۔

۲۔ جامع اہلحدیث چھوغوگرونگ میں اپنے اساتذہ علماء مولانا ابراہیمؒ، مولانا عبدالقادر یوگویؒ، مولانا احمد سعیدؒ وغیرہ خطباء کی غیر موجودگی میں خطبہ دیتے تھے۔ آپ کی خطابت نرم ودھیمی تھی، اور سمجھانے والا اسلوب تھا۔

۳۔ بیماروں کے لیے قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ثابت ادعیہ کے ذریعے دم جھاڑ کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے گھروں میں بھی جاتے تھے۔ آپ لوگوں کی نظر میں مستجاب الدعوات اور باعمل عالم تھے۔

۴۔ 1980-81ء سے وفات 1996ء تک مدرسہ تعلیم القرآن محلّہ چھوغوگرونگ میں طلباء وطالبات کو قرآن مجید اور ترجمہ کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ کو مولانا عبدالرحمٰن خلیق ناظم دارالعلوم نے تعین کیا تھا۔ آپ سے بہت سے طلباء وطالبات نے اسلامی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا عبدالرحیم اور دکتوراہ کے طالب علم مولانا عبدالرحمٰن ابنائے حسین مولوی رضاعلی، فیصل آزاد، آپ کے بیٹے رفیق وغیرہ ہیں۔ اگر مدرسہ کسی وجہ سے جانا نہ ہوتا تو طلباء گھر آکر پڑھتے تھے، اور مدرسہ 150 فٹ کی چڑھائی چڑھ کر پہنچتا تھا۔

۵۔ دارالحدیث جلال پور سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک دارالعلوم بلتستان غواڑی کی طرف سے خیرات وتبرعات جمع کرنے کے لیے ماہ رمضان المبارک میں ملتان زون کی طرف جاتے تھے۔ ان علاقوں میں آپ دارالعلوم کی پہچان کا ذریعہ تھے۔ 1970ء میں مولانا محمد بشیر الدین ولد بو اسلطان آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔

مولانا عبدالمتینؒ کی شخصیت کروفر، طمطراق اور ولولہ انگیز نہ تھی۔ زندگی کا بیشتر حصہ غربت اور عسرت میں گزرا؛ لیکن یہی غریب وگمنام ملنسار ہستی اسلام کا بڑا داعی تھا۔

دینی خدمات کے علاوہ کسب حلال کے لیے کھیتی باڑی، آرہ کشی، شرعی دم جھاڑ، جلد سازی، دیسی کیلٹا سازی وغیرہ پیشے اختیار کیے ہوئے تھے۔

صورت وسیرت: رنگ سانولا، قد میانہ، چہرہ مدوّر، آنکھیں روشن، سیاہ گنجان ومدور داڑھی سے مزین تھے۔

مزاج وسیرت کے لحاظ سے آپ علماء میں ضرب المثل تھے۔ مدرسہ تعلیم القرآن میں طلباء پر مشفق ومہربان تھے۔ آپ کے پاس طلباء کا ازدحام رہتا۔ آپ کی محنت ولگن، اندازِ تدریس، مواصلت اور بچوں کے ساتھ محبت کا ثمرہ ہی تھا کہ بلا امتیاز فرقہ ومذہب والدین اپنی اولاد آپ کے پاس پڑھنے کے لیے بھیجتے، حالانکہ ان کے اپنے بھی مدارس موجود تھے۔ لوگ آپ کو کہنہ مشق استاد، مہربان باپ تسلیم کرتے تھے۔ یقیناً آپ کی خدمات ومحنتیں کتنے ہی سالوں پر محیط کیوں